

منٹواور ”اُردو ادب“ کا تیسرا شمارہ؟

محمد سعید
مصباح رضوی
محمد نوید

Abstract:

"Urdu Adab" journal was being published, after every two months, under the co-editorship of Saadat Hasan Manto and Hasan Askari. However only two numbers of it was being published, but due it's uniqueness, it successfully gained much significance among other contemporary renowned journals. According to available published content and resources on Manto, it is believed that this program was closed after issuing of these two numbers. But in this research article, this fact is going to reveal with the references of some unpublished letters of renowned literary personalities written to Manto that Manto had worked on compilation and editing of Urdu Adab's 3rd number. In this research article for the very first time it is going to discuss about the Urdu Adab journal's 3rd number and also about the record of Manto's seven months routine and efforts.

کسی بھی زبان اور اس کے ادب کے فروغ میں رسائل و جرائد کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ رسائل و جرائد سے جہاں قارئین سیراب و فیض یاب ہوتے ہیں وہاں نئے اور پرانے لکھنے والوں کی تربیت اور تراش خراش کے سامان بھی فراہم ہوتے رہتے ہیں۔ اس صورت میں اُس زبان کی علمی ادبی سرگرمیوں کا دستاویزی ریکارڈ محفوظ ہوتا رہتا ہے جو علمی ادبی تاریخ کا بڑا اہم اور طویل باب ہوتا ہے۔ رسائل و جرائد کا اجرا خالص علمی مقاصد کے تحت بھی ہوتا رہتا ہے اور تجارتی بھی اور بعض اوقات یہ دونوں ترجیحات ہی پیش نظر رہتی ہیں۔ تیسری صورت ذاتی نمود نمائش، کوئی ادبی چشمک یا محض خود کو فعال رکھنا بھی ہوتی ہے۔ البتہ کسی رسالے کا بند ہونا حادثات و سانحات کے علاوہ مالی ناسودگی کے سبب تاجران ادب کے لیے اس کا منافع بخش نہ رہنا ہی ہوتا ہے۔ اردو رسائل و جرائد کی تاریخ بھی ایسی صورتوں سے ہمیشہ دوچار رہی ہے لیکن ایسی تفصیلات کو ابھی تک ڈھنگ سے مرتب نہیں کیا جاسکا۔

یہاں زیر نظر مضمون میں سعادت حسن منٹو اور محمد حسن عسکری کی مشترکہ ادارت میں مکتبہ جدید لاہور سے شائع ہوتے رہنے والے دو ماہی رسالے ”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے (جو شائع نہیں ہوا تھا) کے بارے میں معروضات پیش کی جا رہی ہیں جس سے ”اردو ادب“ کے شائع نہ ہو سکے والے اس تیسرے شمارے اور اس کے مدیر سعادت حسن منٹو کی زندگی کے تقریباً سات ماہ کی مصروفیت کا ریکارڈ منٹو کے نام بعض غیر مطبوعہ خطوط کی مدد سے پہلی بار سامنے آسکے گا۔

سعادت حسن منٹو اور محمد حسن عسکری کی مشترکہ ادارت میں مکتبہ جدید لاہور سے شائع ہونے والے دو ماہی رسالے ”اردو ادب“ کے صرف دو ہی شمارے شائع ہو سکے تھے۔ یہ رسالہ اپنے مندرجات کے علاوہ اپنی کتابت اور طباعت و اشاعت کے لحاظ سے بھی منفرد سمجھا گیا۔ پیپر بیک (کارڈ) میں ”بہی“ کے انداز میں چھپتا تھا۔ جون ۱۹۴۸ء میں مکتبہ جدید لاہور کے تعاون سے منٹو اور عسکری نے اس دو ماہی رسالے کے اجرا کا منصوبہ بنایا لیکن اس کے دونوں شماروں کی اشاعت ہمیشہ تعویق کا شکار ہو جاتی رہی۔ اس کے کسی شمارے پر تاریخ اشاعت درج نہیں ہے لیکن بعض داخلی اور خارجی شواہد سے ان کی تاریخ اشاعت کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ اس کا پہلا شمارہ اپنے اجرا کے اعلان کے ایک سال بعد جون ۱۹۴۹ء میں اور دوسرا شمارہ فروری ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور آ جانے کے بعد منٹو کی گویا یہ کسی رسالے کی پہلی ادارت تھی اور چونکہ حسن عسکری کے اشتراک سے تھی اس لیے انجمن ترقی پسند مصنفین نے جو منٹو کو اپنا فخر سمجھتے تھے ان کا بایکٹ کر دیا۔ دو ماہی ”اردو ادب“ کی ادارت، طباعت و اشاعت کی روئداد اور اس سے متعلقہ مباحث اور شخصی رویوں کو راقم نے ایک مقالے کی صورت میں یکجا کیا تھا جو شمیر حیدر شجر اور نوید الحسن کی مرتبہ کتاب ”سعادت حسن منٹو (پچاس برس بعد)“ میں شامل ہے یہ کتاب شعبہ اردو جی سی یونیورسٹی لاہور کی طرف سے منٹو کی پچاسویں برسی پر ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی تھی۔

اس رسالے کے بارے میں تفصیلی مضمون لکھنے کے بعد میری معلومات اور مشاہدات یہیں تک محدود رہے کہ دو شمارے شائع ہونے کے بعد اس رسالے کو بند کر دیا گیا تھا لیکن ایک موقع پر مختار الدین احمد آرزو نے منٹو سے میری دلچسپی کے پیش نظر اپنے نام آنے والا منٹو کا ایک مختصر خط مجھے بھجوایا جو کہ علی گڑھ کے ہفت روزہ ”علیگ“ کے ۱۰ فروری ۱۹۵۷ء کے شمارے میں ادارتی نوٹ کے ساتھ شائع ہوا تھا اس ادارتی نوٹ میں بتایا گیا تھا کہ یہ خط منٹو نے ”ڈاکٹر مختار الدین آرزو کو غالباً ستمبر ۱۹۵۰ء میں ایک مضمون کے تقاضے کے لیے لکھا تھا“۔ مکتبہ جدید لاہور کی طرف سے دو ماہی ”اردو ادب“ کے چھپے ہوئے لیٹر پیڈ پر اس خط کا مکمل متن ذیل میں ملاحظہ کیجیے:

”آرزو صاحب

السلام علیکم۔ آپ پر میرا تھوڑا سا حق ہے علیگی نہیں ہوں لیکن نیم علیگی ضرور ہوں کہ آپ کی یونیورسٹی میں تین مہینے تعلیم حاصل کر چکا ہوں۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب شاہد لطیف میرے ہم جماعت تھے اور مجاز کے وہاں بہت چرچے تھے اور علی سردار جعفری سر کے بال بڑھائے خبطی سے بنے رہتے۔ یہ خط لکھ رہا ہوں تو وہ زمانہ

آنکھوں کے سامنے آ گیا ہے۔ خیر آدم برسر مطلب، بھائی جان میں یہاں دو ماہی ”اردو ادب“ کا مدیر ہوں۔ اس کا تیسرا شمارہ زیر ترتیب ہے۔ براہ کرم اس کے لیے اپنے رشحات قلم عنایت فرمائیے مگر ذرا جلدی۔

الیس ایسٹ کو میر اسلام۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو (۱)

اس خط کے مطالعے سے مزید تحریک ہوئی کہ تمام معلوم ماخذ کے مطابق تو ”اردو ادب“ فروری ۱۹۵۰ء کے دو شماروں کے بعد بند ہو گیا تھا تو پھر ستمبر ۱۹۵۰ء میں منٹو اس رسالے کے تیسرے شمارے لیے مضمون کیوں مانگ رہے ہیں۔ میرے استفسار پر منٹو کی صاحبزادی محترمہ نصرت جلال نے اپنے گھر، ۶۔ ٹنار روڈ لاہور میں بنائے گئے منٹو آرکائیوز سے مجھے کچھ ایسا مواد عنایت کیا جس سے اس رسالے کے تیسرے شمارے کی ترتیب سے متعلق بہت سی نئی معلومات سامنے آئی ہیں۔ اس غیر مطبوعہ مواد میں بیشتر معروف اور غیر معروف ادیبوں اور شاعروں کے منٹو کے نام غیر مطبوعہ خطوط ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ منٹو ”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے کی ترتیب کے لیے معاصر مشاہیر اہل قلم سے رابطے میں تھے اور ان سے مواد کے حصول کے لیے گوشاں تھے اور یہ سلسلہ ”اردو ادب“ کے دوسرے شمارے کی اشاعت اور ان کے شریک مدیر محمد حسن عسکری کے کراچی چلے جانے کے بعد فروری ۱۹۵۰ء سے ستمبر ۱۹۵۰ء تک جاری رہا۔ اس طرح ان ساتھ آٹھ مہینوں میں منٹو کی دیگر تخلیقی مصروفیات کے ساتھ ساتھ مکتبہ جدید کے تحت ”اردو ادب“ سے ان کی وابستگی کے کچھ حوالے سامنے آتے ہیں جو منٹو کی سوانح سے متعلق معلومات میں اضافہ کرتے ہیں۔ جب ”اردو ادب“ کا دوسرا شمارہ شائع ہوا تو اس کے ادارے میں درج تھا کہ اب یہ رسالہ ”قاعدگی سے شائع ہوا کرے گا“۔ گویا محمد حسن عسکری کے کراچی چلے جانے کے باوجود منٹو تھا اس رسالے کے اگلے شماروں کو مرتب کرنے کے خواہاں تھے اور یقیناً مکتبہ جدید والے بھی اسے جاری رکھنا چاہتے تھے۔

”اردو ادب“ کا دوسرا شمارہ اشاعت کے بعد مکتبہ جدید والوں کے کاروباری ذرائع سے بھی لوگوں تک پہنچا ہوگا اور اس کے مدیر سعادت حسن منٹو نے بھی اپنے قلمی معاونین اور دیگر احباب کو مزید قلمی تعاون کی دعوت اور درخواست کے ساتھ بھجوایا ہوگا۔ لیکن اس کے جواب میں جون ۱۹۵۰ء تک محض چند خطوط اور تحریر منٹو کو موصول ہوئیں۔ منٹو آرکائیوز میں موجود منٹو کے نام خطوط سے اس سلسلے میں درج ذیل چند باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ منٹو نے اس رسالے کے قلمی معاونین اور احباب کو یہ دوسرا شمارہ قلمی تعاون کے لیے بھجوایا تو ساتھ مزید قلمی تعاون کے خطوط بھی لکھے۔

۲۔ کچھ لوگوں کو براہ راست زبانی بھی کہا اور کچھ احباب کو دیگر دوستوں کے ذریعے پیغامات بھی بھجوائے۔

۳۔ کچھ لوگوں یا دہانی کے لیے ایک سے زیادہ خطوط بھی لکھے۔

۴۔ کچھ لوگوں نے بغیر طلب اور تقاضے کے اپنے طور پر ”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے کے لیے تحریریں بھیجوائیں۔

”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے کی ترتیب و تیاری کے لیے منٹو نے یوں تو وقتاً فوقتاً اہل علم سے رابطے کیے ہوں گے لیکن جن لوگوں کو ان کے کہنے پر دوسرا شمارہ بھیجا گیا ہوگا۔ ان کو ضرور قلمی تعاون کے خطوط بھی لکھے ہوں گے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب منٹو پر ان کے افسانے ”ٹھنڈا گوشت“ کے سلسلے میں مقدمہ چل رہا تھا۔ شاید اسی لیے وہ رسالے پر زیادہ توجہ نہ دے سکے ہوں اور اس کی ترتیب پھر تعویق کا شکار ہوئی ورنہ تو ان کا ارادہ تھا کہ اب باقاعدگی سے شائع کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مارچ سے جولائی تک منٹو کے نام محض چند لوگوں کے خطوط پہنچے جن میں چندر کانت، اختر ہوشیار پوری، نذیر طالب، مانک ٹالہ، مختار صدیقی، خواجہ جلیل ہاشمی، شفیق الرحمن، مظہر میرزا اور اثر لکھنوی شامل ہیں۔ ان میں سے بھی نذیر طالب اور مظہر میرزا محض مطالعے کے طالب تھے اور مختار صدیقی شکوہ کناں کہ انھیں ابھی رسالہ ہی نہیں ملا تھا لیکن ۱۰ جولائی ۱۹۵۰ء کو مقدمے سے بریت کے بعد گویا منٹو نے ایک بار پھر اس شمارے کی ترتیب و تیاری کے لیے متحرک ہوئے۔ کیونکہ اگست اور ستمبر ۱۹۵۰ء میں منٹو کے نام آنے والے خطوط کی تعداد بیس پچیس کے قریب ہے اور یہ وہ ہیں جو محفوظ رہ گئے اور موجود ہیں۔ ان خطوط کے ساتھ، قلمی معاونین میں سے بعض نے اپنی تحریریں بھی بھیجوائیں اور بعض نے جلد بھجوانے کے وعدہ کیے۔

دومائی ”اردو ادب“ دو شماروں کی اشاعت کے بعد شائع نہ ہوا لیکن یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ فوراً بند ہو گیا۔ اس کے تیسرے شمارے کی ترتیب و تیاری کے لیے منٹو کو شاں رہے اور اپنے سات آٹھ ماہ کے معمولات شب و روز میں سے اس کے تیسرے شمارے کی ترتیب کے لیے کچھ اوقات ضرور وقف کرتے رہے۔ اس طرح گویا وہ عملی طور پر اس سے وابستہ رہے۔ ”منٹو آرکائیوز“ میں محفوظ، منٹو کے نام آنے والے بعض خطوط سے اس رسالے کے ساتھ ان کی عملی وابستگی اور مصروفیات کے جوشواہد ملتے ہیں انھیں ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

چندر کانت ۱۸۔ مئی ۱۹۵۰ء کو منٹو کے نام ایک جملے کے نہایت مختصر خط میں لکھتے ہیں:

”محترمی! تسلیم! وعدے کے مطابق افسانہ بھیج رہا ہوں کوئی اور خدمت؟“ (۲)

منٹو کے نام آنے والے وہ خطوط جن کا ”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے سے تعلق ہے ان میں سے زمانی اعتبار سے یہ پہلا خط ہے جس میں ”وعدے کے مطابق“ سے اندازہ ہوتا ہے کہ منٹو نے انھیں افسانہ بھیجنے کے لیے خط لکھا ہوگا جس کے فوری جواب میں انھوں نے وعدہ کیا ہوگا اور اب وعدہ ایفا کرتے ہوئے افسانہ بھیج رہے ہیں۔ شفیق الرحمن کو بھی منٹو نے خط لکھا تھا جس کے جواب میں ۱۲۔ جولائی ۱۹۵۰ء کو وہ لکھتے ہیں:

”آپ کا خط ملا، شکریہ۔ ”اردو ادب“ کے متعلق عنقریب لکھوں گا۔“ (۳)

اسی طرح اثر لکھنوی ۲۷۔ جولائی ۱۹۵۰ء کو لکھتے ہیں:

”تعلیل ارشاد میں ایک تازہ غزل حاضر ہے۔ ”اردو ادب“ برابر ملتا ہے۔ اور بڑے شوق سے

پڑھتا ہوں۔“ (۴)

اثر لکھنوی اس کے بعد ۲۳۔ اگست ۱۹۵۰ء کے خط میں لکھتے ہیں:

”یاد آوری کا شکریہ۔ دو غزلیں حاضر ہیں۔ باری باری ”اردو ادب“ میں اشاعت کا شرف

منجیے۔“ (۵)

یہاں بھی ”تعلیل ارشاد“ اور ”یاد آوری“ کا مطلب ہے کہ منٹو مسلسل ان سے رابطے میں تھے اور نہ صرف ”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے کی تیاری میں مصروف تھے بلکہ اس سے اگلے شماروں کے لیے بھی مواد جمع کر رہے تھے۔ اس سے منٹو کی ”اردو ادب“ کو جاری رکھنے کی سنجیدہ کوشش کا اندازہ ہوتا ہے۔

یوسف ظفر ۳۔ اگست ۱۹۵۰ء کے خط میں منٹو کو لکھتے ہیں:

”نوازش نامے ملے.....

”اردو ادب“ نمبر ۳ کے لیے لکھوں، یہی سوچ دامن گیر ہے۔ غزلوں اور نظموں کی کمی نہیں۔ رہا

مضمون تو اس کے لیے فرصت کا سوال درپیش ہے۔“ (۶)

اس خط کے آخر میں ”مکرر“ کے تحت کچھ دن بعد لاہور آنے کا ذکر ہے اور یہ وعدہ بھی کہ ”لاہور آتے ہوئے آپ کے لیے مضامین نظم و نثر لیتا آؤں“ گا۔ اس کے بعد یوسف ظفر، ۲۰ ستمبر ۱۹۵۰ء کو منٹو کو ڈاک کے ذریعے ایک نظم اور ایک مضمون بھیجتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”میں منسلکہ نظم اور مضمون لے کر ۲ ماہ حال کو یہاں سے روانہ ہوا، راستے میں سیلاب نے روک دیا۔

مجبوراً واپس ۸ کو آیا۔ اب تک دوبارہ جانے کے سامان پیدا نہیں ہو سکے۔ لہذا بذریعہ ڈاک بھیج رہا

ہوں۔ رسید سے مطلع فرمائیے۔ نمبر ۳ کب تک نکل رہا ہے۔ اگر گنجائش اور وقت اجازت دے تو

اپنا مضمون تیار کروں، کیونکہ وہ فرصت چاہتا ہے۔“ (۷)

اس خط کے آخر میں ”اپنا مضمون“ کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ جو مضمون خود انھوں نے لکھنے کا وعدہ کیا تھا وہ ابھی مکمل نہیں ہوا اور اوپر نظم کے ساتھ جو مضمون بھیج رہے ہیں وہ اُن کا اپنا لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ فیاض محمود کا ان کی شاعری کے بارے میں لکھا ہوا مضمون ہے۔

ریاض الرحمن ۸۔ اگست ۱۹۵۰ء کے خط میں لکھتے ہیں:

”آپ کے ۴۔ اگست والے خط کا بہت بہت شکریہ..... میرے پاس دو مضامین اور پڑے

ہیں..... یہ دونوں میں فیئر کرنے کے بعد رشید صاحب کو بھیج دوں گا۔ اگر ان میں سے آپ کو کوئی

پسند ہو تو رکھ لیجیے گا۔“ (۸)

روؤف لودھی ۱۰۔ اگست ۱۹۵۰ء کے خط میں لکھتے ہیں:

”آپ کا تجارتی خط (Business Letter) ملا خوی صورت لیٹر فارم، ٹائپ شدہ خط....“ (۹)

محمد حسن عسکری گوکراچی چلے جانے کی وجہ سے عملی طور پر اب ”اردو ادب“ سے وابستہ نہیں تھے لیکن اس سلسلے میں منٹو سے رابطے میں تھے اور ان کی باہم مکاتیب بھی جاری تھی۔ ۱۱۔ اگست ۱۹۵۰ء کے خط میں محمد حسن عسکری منٹو کو لکھتے ہیں:

”آپ کا خط ملا....“ ”اردو ادب“ کے لیے سلیم احمد کی غزل تو بھیج رہا ہوں۔ اور چیزیں بھی حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔“ (۱۰)

مجید امجد ۲۳، اگست (۱۹۵۰ء) کو لکھتے ہیں:

”خط آپ کا ملا....“ حسب ارشاد، ایک نظم ارسال کر رہا ہوں۔ آپ اسے ”اردو ادب“ میں جگہ دے سکیں تو ممنون ہوں گا۔“ (۱۱)

اوپندر ناتھ اشک ۲۸۔ اگست ۱۹۵۰ء کے خط میں لکھتے ہیں:

”تمہارا خط ایسے وقت ملا جب میری طبیعت بے حد خراب ہے....“ ”اردو ادب“ میری نظر سے

نہیں گزرا لیکن تم نکال رہے ہو تو یقیناً اچھا ہوگا اور میں اس کے لیے ضرور لکھوں گا.... ادھر میں

اردو سے کچھ دور چلا گیا ہوں۔ اس طرح اس قربت کا پھر احساس ہو جائے گا۔“ (۱۲)

اس خط سے پتا چلتا ہے کہ اس وقت تک ”اردو ادب“ کے جو دو شمارے شائع ہوئے تھے وہ اوپندر ناتھ اشک کو نہیں بھجوائے گئے تھے اور نہ اس سے پہلے منٹو نے انھیں اس رسالے کی قلمی معاونت کے لیے کہا تھا۔ اوپندر ناتھ اشک جن کے ساتھ منٹو کی اچھی خاصی چشمک رہی تھی اب اگر ”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے کی ترتیب و تیاری کے لیے منٹو ان سے بھی قلمی تعاون کے لیے کہہ رہے ہیں تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ”اردو ادب“ کو ایک معیاری پرچہ بنانے اور اس کو باقاعدگی سے شائع کرتے رہنے کے لیے منٹو کتنے پر عزم اور متحرک تھے اور اس کے لیے انھوں نے اپنی ادارتی کوششوں کے دائرے کو کس حد تک وسیع کر دیا تھا۔

اوپندر ناتھ اشک نے اپنے مذکورہ خط میں ”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے کے لیے کہانی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ اپنی کہانی نہیں بھجوا سکے تھے۔ انھوں نے منٹو کی وفات کے بعد ان کے بارے میں ”منٹو میرا دشمن“ کے نام سے جو خاکہ لکھا تھا اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

”بہی سے آنے کے بعد منٹو کی زیادہ خبر نہیں ملی۔ اس کا ایک خط لاہور سے آیا تھا کہ وہ محمد حسن

عسکری کے ساتھ مل کر ایک پرچہ نکال رہا ہے اور میں اس کے لیے افسانہ لکھوں۔ میں ان دنوں

بیمار تھا.... لیکن میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ میں افسانہ ضرور لکھوں گا۔ پھر نہ جانے وہ پرچہ نکالایا نہیں، نکلا تو مجھ تک نہیں پہنچا، اتنا یقین ہے کہ اس کے دو ایک نمبر آتے تو میں جیسے بھی ہوتا اس کے لیے ضرور افسانہ لکھتا.... بس اس خط کے علاوہ بمبئی کی فلمی زندگی کے بعد منٹو سے کسی قسم کی خط و کتابت نہیں ہوئی۔“ (۱۳)

اوپندر ناتھ اشک نے اس اقتباس میں منٹو کے جس خط کا ذکر کیا ہے وہ یقیناً منٹو نے جولائی میں ”ٹھنڈا گوشت“ کے مقدمے سے بریت بعد ۱۹۵۰ء میں لکھا ہوگا جب وہ ”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے کی تیاری میں پہلے سے زیادہ مصروف تھے اور لوگوں سے قلمی تعاون کے لیے کہہ رہے تھے۔ منٹو کے نام اشک کا مذکورہ خط جو ۲۸- اگست ۱۹۵۰ء کا مکتوبہ ہے منٹو کے اسی خط کا جواب ہے کہنا یہ ہے کہ منٹو ”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے کی تیاری کے لیے جولائی ۱۹۵۰ء میں اگر اوپندر ناتھ کے بقول اُن کو خط میں لکھ رہے ہیں کہ ”وہ محمد حسن عسکری کے ساتھ مل کر ایک پرچہ نکال“ رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ محمد حسن عسکری کے کراچی چلے جانے کے باوجود وہ ادارت سے الگ ہوئے نہ انھیں کیا گیا اور اگر تیسرا شمارہ اس رسالے کا شائع ہوتا تو ادارت میں محمد حسن عسکری کا نام بھی ہونا تھا۔ اوپندر ناتھ اشک کے مذکورہ اقتباس کے آخر میں ایک بات یہ بھی ہے کہ اُن کے نام منٹو کا صرف ایک خط آیا۔ حالانکہ منٹو کے خط کے جواب میں جو اشک نے منٹو کو خط لکھا ہے اور منٹو آرکائیوز میں موجود ہے اس پر منٹو کے قلم سے R لکھا ہے جس کا مطلب ہے کہ منٹو نے اُن کو جواب میں خط لکھا تھا۔ اشک نے اسی خاکے کو کتنا بچے کی صورت دیتے ہوئے جو دیباچہ لکھا اُس میں منٹو کے جواب کا ذکر ہے۔ اس طرح گویا منٹو نے لاہور آنے کے بعد کم از کم اشک کے نام دو خط ضرور لکھے تھے۔ ”منٹو میرا دشمن“ کے دیباچے میں اشک لکھتے ہیں:

”الہ آباد آنے کے بعد اگرچہ منٹو سے میرا تعلق نہیں رہ گیا تھا لیکن دلوں کا رشتہ باوجود تلخیوں کے برقرار تھا۔ اس نے مجھے ایک خط لکھا جس میں مکتبہ جدید، لاہور سے شائع ہونے والے ایک رسالے ”اردو ادب“ کے لیے مجھ سے افسانہ طلب کیا تھا۔ میں نے اپنی بیماری اور پریشانی کی بات لکھی تھی، جس کے جواب میں اس نے افسوس کا اظہار کیا تھا، میرے حق میں دعا کی تھی اور دوبارہ افسانہ یا ڈراما بھیجنے کی تلقین کرتے ہوئے وقتاً فوقتاً لکھنے کی تاکید کی تھی لیکن نہ میں ہی لکھ سکا اور نہ منٹو نے پھر خبر لی۔ پرچہ بھی شاید نہیں نکلا۔ نکلا تو میرے پاس نہیں آیا۔“ (۱۴)

ضمیر جعفری ۲۹- اگست ۱۹۵۰ء کے خط میں لکھتے ہیں:

”عنایت نامہ ملا۔ شکریہ۔ مجھے افسوس ہے کہ اتنی مدت میں ”اردو ادب“ کے لیے کچھ پیش نہ کر سکا۔ مگر اب یہ خط، سنگ آمد و سخت آمد۔ ایک نظم ملفوف ہے..... ہاں میں ے مشرق وسطیٰ

اور مشرق بعید کا سفر نامہ لکھا ہے..... ”اردو ادب“ کے لیے بھی کچھ حاضر کروں گا۔“ (۱۵)
ضمیر جعفری نے اس خط میں جس سفر نامہ نمائندوں کا وعدہ کیا تھا کچھ دنوں بعد ایک خط کے ساتھ وہ بھی
بجھوادیتے ہیں۔ ۱۷۔ ستمبر ۱۹۵۰ء کے خط میں لکھتے ہیں:

”مضمون جس کا وعدہ کیا تھا ملفوف ہے۔ مشرق وسطیٰ کا ایک سفر پارہ ارسال ہے۔ آپ کے لیے
میں بطور خاص قصہ مستی کے جزیرے ”بالی“ کے مشاہدات و تجربات لکھنا چاہتا تھا مگر مسودات
میرے پاس نہ تھے۔ اُدھر دن بہت گزرتے جا رہے تھے لہذا یہی سہی۔“ (۱۶)
جگن ناتھ آزاد ۵۔ ستمبر ۱۹۵۰ء کے خط میں لکھتے ہیں:

” آج تین دن کی غیر حاضری کے بعد دفتر آیا تو آپ کا گرامی نامہ ملا۔ اس سے قبل آپ کی کوئی
چٹھی مجھے نہیں ملی ورنہ یہ ناممکن تھا کہ میں جواب میں اتنی دیر کر دیتا۔ ایک نئی نظم ارسال خدمت
ہے امید ہے آپ اسے پسند کریں گے۔“ (۱۷)
بلونت سنگھ ۵۔ ستمبر ۱۹۵۰ء کو لکھتے ہیں:

”گرامی نامہ ملا۔ شکریہ۔ جس مضمون کا میں نے ذکر کیا تھا وہ ریڈیائی ڈرامہ نہیں ہے۔ چند ماہ پہلے
”نظر یہ حیات“ کی ایک سیریز دہلی ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہوتی رہی تھی۔ افسانہ نگاروں میں سے
یہ فرض میرے سپرد ہوا۔ چنانچہ یہ ”ایک افسانہ نگار کا نظریہ زندگی“ کے زیر عنوان تقریباً پندرہ
منٹ کی مزاحیہ تقریر تھی۔ جو میں بہ اجازت ڈائریکٹر آپ کی خدمت میں جلد ارسال کر دوں
گا۔“ (۱۸)

عزیز احمد ۸۔ ستمبر ۱۹۵۰ء کو راولپنڈی سے لکھتے ہیں:

”گرامی نامہ ملا۔ شکریہ۔ میں اس دوران مری گیا ہوا تھا اس لیے جواب میں تعویق ہوئی، افسانہ
ضرور اور جلد روانہ کروں گا لیکن کس قدر جلد یہ نہیں کہہ سکتا۔“ (۱۹)

منٹو آرکائیوز کے ان نوادرات میں سے ”اردو ادب“ سے متعلقہ خطوط میں سے کچھ ایسے اہل علم کے خطوط
بھی ہیں جن کو منٹو یا کسی دوسرے ذمے دار شخص کی طرف سے قلمی تعاون کی درخواست کا کوئی حوالہ بظاہر خطوط میں
نہیں ملتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ”اردو ادب“ کے دو شماروں نے ادبی حلقوں میں اپنی شناخت بنالی تھی اور بعض اہل
علم بغیر مدبران کی طلب کے اپنے طور پر اشاعت کے لیے اپنی تحریریں بھیج رہے تھے۔ ایسے بعض حوالوں سے بھی
اپنے زمانے میں ”اردو ادب“ کی اہمیت و انفرادیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مائیک ٹالہ ۲۹ جون ۱۹۵۰ء کے خط میں لکھتے
ہیں:

”ایک طنزیہ مزاحیہ مضمون، افسانہ لکھا ہے۔ ارسال خدمت ہے یہ افسانہ نمائندہ مضمون دہلی کے اردو جرنلزم کی بالکل سچی تصویر ہے۔ اس کے تین اہم کردار ہیں جن میں ایک میرا اپنا کردار بھی شامل ہے۔ اپنے کردار میں میں نے دو تین دوسرے کرداروں کو بھی سمولیا ہے.... شاید مضمون پسند آ جائے آپ کو۔ اس کی وصولی کی اطلاع ضرور دیجیے گا“۔ (۲۰)

خواجہ جلیل ہاشمی ۷۔ جولائی ۱۹۵۰ء کے خط میں لکھتے ہیں:

”دو غیر مطبوعہ، غزلیں ارسال ہیں (واضح رہے کہ حلقہ ارباب ذوق میں پڑھی گئی ہیں) امید ہے کہ آپ ”اردو ادب“ کی قریبی اشاعت میں شریک کریں گے۔ ممنون ہوں گا“۔ (۲۱)

صادق نسیم مردان سے ۵۔ ستمبر ۱۹۵۰ء کے خط میں لکھتے ہیں:

”اردو ادب“ کے ہر دو پرچے دیکھ کر از حد مسرت ہوئی..... ایک غزل بھیج رہا ہوں اگر حسب معیار اور قابل قبول ہو تو آئندہ شمارے میں جگہ دے دیجیے۔ ورنہ ٹکٹ ہمراہ اور پتا مندرجہ بالا ہے

“۔ (۲۲)

امین راحت چغتائی راولپنڈی سے ۸۔ ستمبر ۱۹۵۰ء کو لکھتے ہیں:

”آپ نے ”اردو ادب“ میں کچھ منظوم تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے اس لیے گوری کی مشہور نظم The Song of the Storm Finch کا منظوم ترجمہ بغرض اشاعت ارسال کر رہا ہوں اس نظم کا اس سے پیشتر کسی نے منظوم ترجمہ نہیں کیا۔ امید ہے کہ آپ اسے پسند فرمائیں گے“۔

(۲۳)

لاہور سے پاشا ۴۔ اگست ۱۹۵۰ء کے خط میں لکھتے ہیں:

”اردو ادب“ دیکھا ہے گو مجھے ابھی تک نہیں ملا۔ پھر بھی آپ کا سمجھ کے پڑھ لیتا ہوں اور اسی کے لیے اب ایک کہانی بھجوا رہا ہوں۔ پسند خاطر ہو تو قبولیے۔ ناپسند ہو تو پتا کرنے میں درج ہے“۔ (۲۴)

منٹو کے نام آنے والے خطوط کے مندرجہ بالا اقتباسات سے اس بات کا تعین کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے کہ ”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے کی ترتیب و تیاری کے لیے منٹو مسلسل اہل علم سے رابطے میں تھے اور ان کی تحریریں حاصل کرنے کے لیے ایک سے زیادہ بار ان کو خط بھی لکھے۔ اسی طرح کچھ لوگوں کو زبانی پیغامات بھی بھجوائے اور کچھ کو براہ راست بھی کہا۔ اے حمید منٹو کے بارے میں اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

”مکتبہ جدید کے زیر اہتمام سعادت حسن منٹو اور محمد حسن عسکری کی ادارت میں نئے ادبی رسالے ”اردو

ادب“ کا اجرا ہوا تو منٹو صاحب سے بیڈن روڈ پر ملاقات ہو گئی.....

میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

”خواجہ! اردو ادب کے لیے ایک کہانی چاہیے تمہاری“

میں نے کہا ”میں ضرور لکھ دوں گا“۔

جلدی سے بولے۔

”نہیں نہیں۔ لکھنی نہیں بس دے دو۔ ہاں“

مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ اتنے بڑے افسانہ نگار نے مجھ سے اپنے رسالے کے لیے کہانی مانگی ہے۔ میں

نے اسی رات لکھنی شروع کر دی۔ کہانی مکمل ہوئی تو مکتبہ جدید کے دفتر گیا اور چودھری بشیر صاحب کو کہانی دے آیا۔

اب مجھے منٹو صاحب کی رائے کا انتظار تھا۔ ایک روز ان سے ملاقات ہو گئی تو کہنے لگے۔

”خواجہ میں نے تمہاری کہانی پڑھ لی تھی۔ اچھی ہے۔ اس میں کچھ غلطیاں تھیں میں نے ٹھیک کر دی

ہیں“۔

میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اسی روز مکتبہ جدید کے دفتر جا کر اپنی کہانی کا مسودہ نکال کر دیکھا۔

میں یہ پتا کرنا چاہتا تھا کہ منٹو صاحب نے کون سی غلطیاں نکالی ہیں۔ ساری کہانی میں انھوں نے

مجھے ساتھ جگہوں پر سرخ پنسل سے بعض غلطیوں کی نشاندہی کی تھی اور ساتھ ہی اصلاح بھی کر دی

تھی“۔ (۲۵)

اے حمید نے اندازاً بھی کسی تاریخ یا سال کی طرف اشارہ نہیں کیا لیکن اندازہ ہوتا ہے کہ منٹو نے ان کی

کہانی ”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے کے لیے ہی لی ہوگی کیونکہ اگر پہلے کسی موقع پر لی ہوتی تو منٹو نے جب ”

اصلاح بھی کر دی تھی“ تو پھر پہلے یا دوسرے شمارے میں چھپ جانی چاہیے تھی۔ لہذا گمان غالب یہی ہے کہ یہ کہانی

ان سے تیسرے شمارے کے لیے لی ہوگی۔

اہل علم کی طرف سے ”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے کے لیے منٹو کو جو تحریریں موصول ہو چکی تھیں کسی

قد ران کا تعین بھی محو بالا حوالوں سے کیا جاسکتا ہے کہ ضمیر جعفری کا سفر نامہ اور فیاض محمود کا یوسف ظفر کی شاعری کے

بارے میں مضمون اور چند رکانت، پاشا، ابوسعید قریشی اور اے حمید کے افسانے بھی مل چکے تھے۔ مانک ٹالہ کا مزاحیہ

مضمون بھی پہنچ چکا تھا۔ اس طرح حصہ نشر کی آٹھ مختلف تحریریں تو موصول ہو چکی تھیں۔ اسی طرح مجید امجد، اختر ہوشیار

پوری، یوسف ظفر، فراق گورکھپوری، ضمیر جعفری، جگن ناتھ آزاد، یوسف ظفر اور امین راحت چغتائی کی نظمیں اور اختر

ہوشیار پوری، خواجہ جلیل ہاشمی (دوغز لیں) اثر لکھنوی (تین غز لیں)، سلیم احمد، صادق نسیم اور عبدالحمید عدم کی غز لیں

بھی موصول ہو چکی تھیں۔ غرض اٹھارہ بیس نظمیں غز لیں بھی میسر آ گئی تھیں اور یہ سارا تو وہ مواد ہے جن کا کچھ حوالوں

سے تعین ہو سکا لاہور کے مقامی اہل قلم دوست احباب یا دوسرے شہروں سے معمول میں آتے جاتے احباب نے بھی

آخر کچھ نہ کچھ تحریریں تو ضرور بھجوا دیں ہوں گی ابھی جن لوگوں نے اپنے خطوط میں کچھ نہ کچھ بھجوا دینے کے وعدے کیے اُن میں سے بھی کچھ تو ایسے ضرور ہوں گے جنہوں نے اپنی تحریریں کسی طرح بھجوا دیں یا بھجوانے ہی والے ہوں گے۔ یقیناً یہ ساری تحریری مکتبہ جدید کے کاتب کو بھی دی جا چکی ہوں گی اور وہ ان کی کتابت بھی ساتھ ساتھ کرتے رہتے ہوں گے کیونکہ ان تحریروں میں سے کوئی بھی منٹو آرکائیوز میں موجود نہیں ہے۔ خطوط چونکہ منٹو کے نام تھے تو وہ رکھ لیتے ہوں گے اور تحریریں کاتب کے سپرد کر دیتے ہوں گے۔

”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے کی ترتیب و تیاری کے لیے منٹو اہل قلم سے مسلسل رابطے میں تھے اور ساتھ ساتھ اس شمارے کو مرتب کرنے میں مصروف بھی تھے، اس بات کے شواہد دو مزید حوالوں سے بھی ملتے ہیں ایک تو یہ کہ منٹو آرکائیوز سے جو متعلقہ غیر مطبوعہ خطوط میسر آئے ہیں ان میں سے بعض خطوں پر منٹو کے قلم سے ان کے خطوط کے جواب دیے جانے کے اشارے موجود ہیں کہیں ”Replied“ لکھا ہے (۶۲) اور کہیں صرف ”R“ لکھا ہے۔ مثلاً مختار صدیقی کے ۴ جولائی (۱۹۵۰ء) کے خط پر ”Replied“ درج ہے جب کہ مجید امجد، اثر لکھنوی، اوپندر ناتھ اشٹک اور عبد الحمید عدم کے خطوط پر صرف ”R“ لکھا ہے۔ یہ کوئی کلیہ تو نہیں ہو سکتا کہ جس خط پر جواب دینے کا اشارہ ہے ان کو تو جواب دیا ہوگا اور ان کے علاوہ کسی اور کو خط کا جواب نہ دیا ہوگا لیکن اس سے کم از کم یہ تعین ہو جاتا ہے کہ کن احباب کو منٹو نے لازمی طور پر جواب تحریر کیے ہوں گے۔

دوسری بات یہ کہ جس طرح مدیران اپنے رسالے کے سلسلے میں آنے والے خطوط میں سے بعض کو اگلے شمارے کے آخر میں قارئین کے تاثرات ظاہر کرنے کے لیے شامل کرنا چاہیں تو ان خطوط میں سے بعض ذاتی نوعیت کی یا غیر متعلقہ عبارتوں کو حذف کر دیتے ہیں اسی طرح منٹو اپنے نام آنے والے بعض خطوط کو بھی ایڈٹ کرتے جاتے تھے گویا کاتب کو دینے کے لیے ان خطوط کے غیر متعلقہ حصوں کو انھوں نے اپنے قلم سے قلم زد کر دیا ہے۔ مثلاً بنوں سے مظہر میرزا نے خط لکھا اس میں سے منٹو نے ذیل کے جملوں پر خط کھینچ دیا:

”آپ کے بہت سے افسانے پڑھ چکا ہوں۔ اسی لیے جی چاہتا ہے کہ آپ سے ملوں لیکن شاید

ابھی نڈل سکوں۔ اگر آپ اپنا ایک فوٹو atograph with روانہ کر دیں تو مشکور ہوں

گا۔“ (۲۷)

چونکہ یہ جملے خود منٹو کے بارے میں تھے تو ادارت کا تقاضا تھا کہ انھیں قلم زد کر دیا جائے۔ اسی طرح ادارتی فرائض اور اخلاقیات کے تقاضوں کے تحت اسی خط میں آگے چل کر ایک اور جملہ بھی جو منٹو نے قلم زد کیا ہے وہ یہ ہے ”اردو ادب“ نمبر ۲ سویرا سے بہت درجہ بہتر ثابت ہوا“۔ اوپندر ناتھ اشٹک کے خط میں سے منٹو نے ان جملوں کو قلم زد کیا ہوا ہے، جہاں وہ ”اردو ادب“ کے لیکہانی کے معاوضے کی بات کرتے ہیں:

”صحت شرط ہے۔ اگر تم ہی اسے نکال رہے ہو یعنی اگر یہ تمہاری ہی چیز ہے تو پھر معاوضے کی

بات ہی نہیں اٹھتی لیکن اگر یہ مکتبہ جدید کی چیز ہے تو پھر معاوضے کی کوئی صورت نکال لی جائے گی اور کچھ نہیں تو کہانی کے معاوضے میں مکتبہ جدید اور دوسری جگہ سے شائع شدہ اپنی اور دوسروں کی اچھی کتابیں ہی بھجوا دینا۔“ (۲۸)

منٹو آرکائیوز میں محفوظ ان نادر خطوط سے جہاں ”اردو ادب“ کے تیسرے شمارے کے بارے میں اور منٹو کی زندگی کے سات آٹھ ماہ کی مصروفیات کا اندازہ ہوتا ہے وہاں منٹو کے بعض اہل علم کے نام لکھے گئے خطوط کا سراغ لگانے کی راہ بھی ہموار ہوتی ہے۔ اس سلسلے کے کچھ اور مباحث بھی پیش نظر ہیں جو کسی اگلی فرصت میں نذر قارئین کیے جائیں گے۔

حواشی جات:

- ۱۔ سعادت حسن منٹو، خط بنام مختار الدین احمد آرزو، مشمولہ ہفت روزہ ”علیگ“ (خاص نمبر)، علی گڑھ: ۱۰ فروری ۱۹۵۷ء
- ۲۔ چندر کانت، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۱۸ مئی ۱۹۵۰ء، مخزنونہ: نصرت جلال، منٹو آرکائیوز، ۶۔ ٹھار روڈ، لاہور۔
- ۳۔ شفیق الرحمن، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۱۲ جولائی ۱۹۵۰ء، مخزنونہ: ایضاً
- ۴۔ اثر لکھنوی، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۲۷ جولائی ۱۹۵۰ء، مخزنونہ: ایضاً
- ۵۔ اثر لکھنوی، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۲۳۔ اگست ۱۹۵۰ء، مخزنونہ: ایضاً
- ۶۔ یوسف ظفر، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۳۔ اگست ۱۹۵۰ء، مخزنونہ: ایضاً
- ۷۔ یوسف ظفر، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۲۰ ستمبر ۱۹۵۰ء، مخزنونہ: ایضاً
- ۸۔ ریاض الرحمن، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۱۰۔ اگست ۱۹۵۰ء، مخزنونہ: ایضاً
- ۹۔ رؤف لودھی، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۱۰۔ اگست ۱۹۵۰ء، مخزنونہ: ایضاً
- ۱۰۔ محمد حسن عسکری، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۱۱۔ اگست ۱۹۵۰ء، مخزنونہ: ایضاً
- ۱۱۔ مجید امجد کے نام اس غیر مطبوعہ خط پر ۲۳۔ اگست کی تاریخ درج ہے لیکن سال تحریر کا اندراج نہیں۔ اس خط کے ساتھ چونکہ نظم بھیج رہے ہیں اور ”اردو ادب“ کے دونوں مطبوعہ شماروں میں ان کی کوئی نظم شامل نہیں ہے گویا یہ نظم اس تیسرے شمارے ہی کے لیے ہے۔ اس طرح اس داخلی شہادت کے مطابق اس خط کا سال تحریر ۱۹۵۰ء ہی بنتا ہے۔ یہ خط بھی ”منٹو آرکائیوز“ میں محفوظ ہے۔
- ۱۲۔ اوپندر ناتھ اشک، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۲۸۔ اگست ۱۹۵۰ء، مخزنونہ: نصرت جلال، منٹو آرکائیوز، ۶۔ ٹھار روڈ، لاہور۔
- ۱۳۔ اوپندر ناتھ اشک، ”منٹو میرادشمن“، مشمولہ: نقوش، لاہور: شمارہ نمبر ۵۱، ۵۲، جولائی ۱۹۵۵ء، ص: ۹۶۔

- ۱۴۔ اوپندر ناتھ اشٹک، منٹو میرا دشمن، الہ آباد: نیا ادارہ، باراڈل، ۱۹۷۹ء، ص: ۱۱
- ۱۵۔ ضمیر جعفری، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۲۹۔ اگست ۱۹۵۰ء، مخزونہ: نصرت جلال، منٹو آرکائیوز، ۶۔ نثار روڈ، لاہور۔
- ۱۶۔ ضمیر جعفری، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۱۷ ستمبر ۱۹۵۰ء، مخزونہ: ایضاً
- ۱۷۔ جگن ناتھ آزاد، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۵ ستمبر ۱۹۵۰ء، مخزونہ: ایضاً
- ۱۸۔ بلونت سنگھ، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۵ ستمبر ۱۹۵۰ء، مخزونہ: ایضاً
- ۱۹۔ عزیز احمد، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۸ ستمبر ۱۹۵۰ء، مخزونہ: ایضاً
- ۲۰۔ مانک ٹالہ، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۲۹ جون ۱۹۵۰ء، مخزونہ: ایضاً
- ۲۱۔ جلیل ہاشمی، خواجہ، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۷ جولائی ۱۹۵۰ء، مخزونہ: ایضاً
- ۲۲۔ صادق نسیم، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۵ ستمبر ۱۹۵۰ء، مخزونہ: ایضاً
- ۲۳۔ امین راحت چغتائی، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۸ ستمبر ۱۹۵۰ء، مخزونہ: ایضاً
- ۲۴۔ پاشا، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۴۔ اگست (۱۹۵۰ء) مخزونہ: ایضاً
- ۲۵۔ اے حمید، ”سعادت حسن منٹو“، مشمولہ: یہاں سعادت حسن منٹو دفن ہے، تحقیق و ترتیب، ڈاکٹر طاہر عباس، لاہور: عکس پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء، ص: ۱۸۱-۱۸۲
- ۲۶۔ عموماً اس طرح کے ایک آدھ لفظ سے تحریر کی شناخت مشکل ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس طرح کا اشارہ مکتبہ جدید کے دفتر میں ان کا کوئی معاون بھی لکھ سکتا ہے لیکن ایک تو ان کے پاس ایسا کوئی معاون نہیں تھا دوسرا منٹو آرکائیوز میں اور بھی متعدد خطوط پر اس طرح کے اشارے ہیں۔
- ۲۷۔ مظہر مرزا، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۱۳ جولائی ۱۹۵۰ء، مخزونہ: نصرت جلال، منٹو آرکائیوز، ۶۔ نثار روڈ، لاہور۔
- ۲۸۔ اوپندر ناتھ اشٹک، خط بنام منٹو، مکتوبہ: ۲۸۔ اگست ۱۹۵۰ء، مخزونہ: ایضاً